بموقع: تحفظ سنت کانفرنس
زیرِ اہتمام: جمعیت علماء ہند

قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

مسئلہ تقلید

(قرآن و حدیث اور اقوال علمائے سلف کی روشنی میں)

از

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی
استاذ دار العلوم دیوبند

شائع کردہ
جمعیۃ علماء ہند
۱- بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۲ ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

(قرآن وحدیث اور اقوال علمائے سلف کی روشنی میں)

از

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ دار العلوم دیوبند

☆

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

کمپیوٹر کتابت: دیوبند کمپیوٹر اینڈ پرنٹرس دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت

اس امر سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ دین و شریعت کی حفاظت انتہائی ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ دین کی حفاظت کے بغیر انسان نہ تو دین پر چل سکتا ہے اور نہ ہی ان کامیابیوں کو حاصل کرسکتا ہے جن کی طرف دین لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بار بار دین اور امور دین کی حفاظت کی تاکید و تلقین آئی ہے۔ دین کے وہ معاملات جن کا صراحت اور وضاحت کے ساتھ کتاب وسنت میں حکم آیا ہے ان کو واجب بالذات کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض وہ واجبات ہوتے ہیں کہ کتاب وسنت سے واجب قرار دیے ہوئے اعمال پر عمل کرنا ان کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ واجب کی ادائیگی کا مقدمہ اور ذریعہ بنتے ہیں اور یہ شرعی ضابطہ ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور یہ ضابطہ مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمي ثم تركه فليس منا او قد عصىٰ (رواه مسلم) (١)

ترجمہ :- عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار ہے۔

ف:۔ ظاہر ہے کہ تیراندازی کوئی عبادت مقصودہ نہیں ہے، مگر چونکہ بوقت ضرورت ایک واجب یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے ترک کرنے پر وعید فرمائی جو اس کے واجب ہونے کی علامت ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ واجب کا مقدمہ

(١) مشکوٰۃ شریف ص ٣٨

بھی واجب ہوتا ہے۔ شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً قرآن کریم اور احادیث شریفہ کو جمع کر کے لکھنے کی کتاب وسنت میں کہیں بھی تاکید نہیں آئی ہے۔ لیکن ان کے محفوظ رکھنے ضائع ہونے سے بچانے کی زبردست تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہے کتابت کے بغیر ان کا محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہیں، اس لیے قرآن وحدیث کی کتابت کو ضروری سمجھا جائے گا چنانچہ اس کے واجب اور ضروری ہونے پر پوری امت کا دلالۃً اجماع ہے اس قسم کے واجب کو واجب بالغیر کہتے ہیں۔

تقلید شخصی کا واجب ہونا بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ دین کی حفاظت جو ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے وہ خیر القرون کے بعد تقلید شخصی کے بغیر ممکن نہیں ہے تقلید نہ کرنے سے دین کے بے شمار امور بلکہ پورے دین میں زبردست خلل واقع ہوتا ہے اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ مسائل فرعیہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا ثبوت ایسی آیات کریمہ یا احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہوتا ہے جن میں بظاہر نہ تو کوئی تعارض ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کئی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں بلکہ مسائل پر ان کی دلالت قطعی اور حتمی ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں اس طرح کے مسائل میں کسی بھی مجتہد کیلئے اجتہاد کرنا جائز نہیں کیونکہ اجتہاد کی شرائط میں سے ہے کہ وہ حکم صراحۃً ثابت نہ ہو۔ اور جب ان مسائل میں اجتہاد نہیں تو ان مسائل میں کسی کی تقلید بھی نہیں ہے۔

دوسری قسم ان مسائل کی ہے۔ جن کا ثبوت وضاحت کے ساتھ کسی آیت اور حدیث میں نہیں ملتا۔ یا اگر ثبوت پایا جاتا ہے تو وہ آیت اور حدیث اور بھی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہے۔ یا کسی دوسری آیت یا حدیث سے بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو مسائل اجتہادیہ کہتے ہیں اور ان کا صحیح حکم مجتہد کے اجتہاد ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے اندر اجتہاد کی قوت نہیں رکھتا۔ اگر ان مسائل میں رائے زنی کرنے لگے تو نفسانی خواہشات کے پھندوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ امت کے بعض افراد کو ایسی قوتِ استنباط واجتہاد عطا کی جائے جس کے ذریعے وہ نصوص کتاب وسنت میں غور وفکر کر کے مسائل غیر منصوصہ کے احکام حاصل کر کے عام

امت کے سامنے پیش کردے تاکہ ان کیلئے دین پرعمل کا راستہ بے خطر اور آسان ہو جائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے وہ حضرات جو ہمہ وقت دربار نبوی کے حاضر باش تھے۔ انہیں اس قوتِ اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا کافی وشافی جواب تھی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اس لئے وہ ہر بات حضور ﷺ سے براہ راست معلوم کر سکتے تھے، مگر وہ حضرات جو اس دور مبارک میں دربار نبوی سے باہر قیام پذیر تھے یا وہ حضرات جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا وہ حضرات جو بعد میں پیدا ہوئے وہ اس قوتِ اجتہاد کے حد درجہ محتاج تھے کیونکہ ان کے دین کی حفاظت ہی اس قسم کے مسائل اجتہادیہ میں اسی اجتہاد کے ذریعہ ہوسکتی تھی۔ اس لیے خدائے رحیم وکریم نے بے شمار صحابہ کرام تابعین عظام، تبع تابعین اور بعد والوں کو (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس دولتِ اجتہاد سے سرفراز فرمایا۔

جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے صاف لفظوں میں نعمت اجتہاد کی تائید وتحسین اور اس پر اپنی مسرّت کا اظہار فرمایا ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے۔

عن معاذ بن جبل ان رسو ل الله ﷺ لما بعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء؟ قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة رسول الله ولا فى كتاب الله قال اجتهد برائى ولا آلو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم لما يرضىٰ رسول الله (1)

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا جب کوئی قضیہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے عرض کیا

(۱) ابوداؤد شریف ص ۱۴۹، مشکوٰۃ ص ۳۲۴

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں میں نہ ملے تو؟ عرض کیا اس وقت اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

الغرض! دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی حضرات مجتہدین نے مسائل شرعیہ غیر منصوصہ میں اجتہاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور جو حضرات رتبۂ اجتہاد تک نہیں پہنچ سکتے تھے انہوں نے یہ یقین کر کے کہ یہ حضرات مجتہدین علم وتقویٰ فہم وفراست دین و دیانت اور توفیق الٰہی سے سرفراز ہونے میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے بذریعہ اجتہاد جو کچھ معلوم کیا ہے وہ درحقیقت یا تو رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جو بغرض اختصار موقوف کردی گئی ہیں۔ یا صحیح استنباطات ہیں جو نصوص کتاب وسنت سے لیے گیے ہیں اس لیے وہ بہر حال قابل اتباع ہیں۔ اس بنا پرعمل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے۔

ويستدل باقوال الصحابة و التابعين علماً منهم انها احاديث منقولة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اختصروها فجَعَلُوها موقوفة الى ان قال اوان يكون استنباطاً منهم من المنصوص او اجتهاداً منهم بآرائه وهم احسن صنيعاً فى كل ذالك ممن يجئى بعدهم واكثرُ اصابةً واقدم زماناً واوعىٰ علماً فتعين العمل بها (1)

ترجمہ:۔ اور (تبع تابعین) صحابہ کرام اور تابعینؒ کے اقوال سے استدلال کیا کرتے تھے کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو احادیث ہیں جو منقول ہیں رسول اللہ ﷺ سے جن کو مختصر کر کے موقوف بنالیا ہے یا یہ اقوال حکم

(۱) الانصاف ص: ۲۰، ۲۱

منصوص سے حضرات صحابہ وتابعین کے استنباط ہیں یا ان کی رایوں سے بطور اجتہاد لیے گئے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین ان سب باتوں میں ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان کے بعد میں ہوئے۔ صحت تک پہنچنے میں اور زمانے کے اعتبار پیشتر اور علم کے لحاظ سے بڑھ کر ہیں اس لیے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوا۔

بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے

اپنے اسلاف پر اعتماد کرنا اور ان کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ رکھنا وہ دولت ہے جس کے صدقہ میں آج دین اپنی صحیح شکل میں ہمارے ہاتھوں میں محفوظ ہے اسی بات کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد الجید میں بیان فرمایا ہے۔

ان الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف فى معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا فى ذالك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا فى كل طبقة اعتمدوا العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذالك لا ن الشريعة لا يعرف الا با لنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان يأخذ كل طبقة عمن قبلها بالا تصال (١)

ترجمہ :- معرفت شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہ کرام اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح بعد والے علماء اپنے متقدمین پر اعتبار کرتے آئے۔ اور عقل سلیم بھی اس کو اچھا سمجھتی ہے کیونکہ شریعت بغیر نقل اور استنباط کے معلوم نہیں ہوسکتی اور نقل اسی وقت صحیح ہوگی جب بعد والے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتے چلے آئیں۔

خطیب بغدادی نے " الفقيه والمتفقه "میں اجتہاد اور تقلید کی ان ضروریات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

والاحكام على ضربين عقلى وشرعىّ ـ فاالعقلى فلا يجوز فيه التقليد كمعرفة الصانع وصفاته ومعرفة الرسول ﷺ وصدقه وغير ذالك من الاحكام

(١) عقد الجید ص:٣٦

وحكى عن عبيدالله الحسن العنبرى انه قال يجوزالتقليدفى اصول الدين وهذاخطاء لقول الله تعالىٰ اتبعواماأُنزل اليكم من ربكم ولاتتبعوامن دونه اولياء قليلاًما تذكرون (الاعراف)قال الله تعالىٰ واذاقيل لهم اتبعواما انزل الله قالوابل نتبع ماالفيناعليه آبائنااولو كان آبائهم لايعقلون شيئاًولايهتدون (البقرة)

واماالاحكام فضربان احدهما ما يُعلم بالضرورة من دين الرسول ﷺ كاالصلوات الخمس والزكاة وصوم شهر رمضان و الحج وتحريم الزنا وشرب الخمر وما اشبه ذالك فهذا لا يجوز التقليد فيه لان الناس كلهم يشتركون فى ادراكهٖ والعلم به فلا معنىٰ للتقليد فيه- وضرب لايعلم إلابالنظر والاستدلال كفروع العبادات والمعاملات والمناكحات وغير ذلك من الاحكام فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قولهٖ تعالىٰ فاسئلوا اهل الذكران كنتم لاتعلمون(النحل)وامامن يسوغ له التقليدفهوالعامى الذى لايعرف طرف احكام شريعته فيجوزله ان يقلد عالماًويعمل بقوله قال الله تعالىٰ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (واهل الذكر اهل العلم كما قال عمر بن قيس)

وعن ابن عباس ان رجلاً اصابه جرحٌ فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحتلم فامر بالاغتسال فمات فبلغ ذالك النبى صلى الله عليه وسلم فقال قتلواه قتلهم الله إن شفاء العى السوال الخ ـ

ولانه ليس من اهل الاجتهاد فكان فرضه التقليد كتقليد الاعمىٰ فانه لما لم يكن معه آلة الاجتهاد فى القبلة كان عليه تقليد البصير فيها(١)

ترجمہ :- احکام کی دو قسمیں ہیں۔ عقلی اور شرعی۔

- عقلی احکام میں تقلید جائز نہیں ہے جیسے صانع عالم اور اس کی صفات کی معرفت اس طرح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ عبید اللہ حسن عنبری سے منقول ہے کہ وہ اصول دین میں بھی تقلید کو جائز کہتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے تمہارے رب کی جانب سے جو وحی آئی اسی پر عمل کرو اس کے

(١) الفقيه والمتفقه ج ٢، ص ١٢٨، تا ١٣٣ مطبوعہ دار ابن الجوزیہ

علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو کس قدر کم تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کی اتباع کرو تو وہ لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس چیز کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے چاہے ان کے باپ دادا بے عقل اور بے ہدایت ہوں۔

دوسری قسم احکام شرعیہ، اور ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دین کے وہ احکام جو وضاحت وصراحت کے ساتھ معلوم ہوں۔ جیسے روزہ نماز حج زکوٰۃ اسی طرح زنا اور شراب کا حرام ہونا وغیرہ تو ان میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں اس لیے ان میں تقلید کا کوئی معنی نہیں۔

(۲) دین کے وہ احکام جن کو نظر واستدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا جیسے عبادات معاملات۔ نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل تو ان میں تقلید کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے قول فاسئلو ا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کی دلیل سے۔ اور وہ لوگ جن کو تقلید کرنی ہے وہ حضرات ہیں جن کو احکام شرعیہ کے استنباط کے طریقے معلوم نہیں ہیں۔ تو ان کے لیے کسی عالم کی تقلید اور اس کے قول پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اہل علم سے معلوم کرو اگر تم کو معلوم نہیں ہے ....

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے دور مبارک میں زخمی ہوگئے پھر انہیں غسل کی حاجت ہوگئی لوگوں نے انہیں غسل کرنے کا حکم دے دیدیا جس کی وجہ سے ان کی موت ہوگئی۔ اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا خدا ان کو برباد کرے ان لوگوں نے تو اس بچارے کو قتل کر دیا۔ عاجز رہ جانے والے کی کامیابی سوال کر لینے ہی میں ہے۔

دوسری اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ شخص اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو اس پر تقلید ہی فرض ہے۔ جیسے اندھا جب اس کے پاس ذریعہ علم نہیں ہے تو قبلہ کے سلسلہ میں اس کو کسی دیکھنے والے کی بات ماننی ہوگی۔

تقلید کی حقیقت

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام شریعت کی جڑ ہی گذشتہ بڑوں پر اعتماد واعتبار ہے تو اب تقلید کا معنیٰ سمجھنا آسان ہوگیا کہ کسی آدمی کا کسی رہنمائے دین کے قول وفعل کو محض حسن ظن کی بنا پر تسلیم کر کے عمل کر لینا اور اپنے تسلیم وعمل کو اس بزرگ کی دلیل معلوم ہونے تک ملتوی نہ کرنا۔

مولانا قاضی محمد اعلیٰ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التقليداتباع الانسان غيره فيما يقول اويفعل معتقداً للحقية من غيرنظر الى الدليل كان هذاالمتبع جعل قول الغيراو فعله قلادة فى عنقه من غير مطالبة دليل(۱)

ترجمہ:- تقلید انسان کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اس کے قول یا فعل میں اسے حق سمجھتے ہوئے دلیل پر نظر کیے بغیر گویا اس متبع نے غیر کے قول یا فعل کو بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے اپنی گردن کا ہار بنالیا۔

نامی شرح حسامی کے اندر ہے التقليد اتباع الغير على انه محق بلا نظرفى الدليل۔

ترجمہ:- تقلید غیر کی اتباع کرنا اس کے برحق ہونے کے گمان پر بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے۔

دونوں تعریفوں کا حاصل یہی ہے کہ مجتہد کے قول وفعل کو معلوم کر کے محض حسن ظن اور عقیدت کی بنا پر تسلیم اور عمل کرے اور تسلیم وعمل کے وقت مجتہد کی دلیل کی فکر نہ کرے۔ اور نہ اس سے دلیل طلب کرے خواہ بعد میں وہی دلیل معلوم ہو جائے جو مجتہد کے پیش نظر تھی یا اپنے مطالعہ اور تحقیق سے اس مسئلہ کے بہت سے دلائل معلوم ہو جائیں تو یہ معلوم ہو جانا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔ تقلید کے مفہوم میں عمل کرتے وقت اور تسلیم کرتے وقت دلیل کا مطالبہ نہ کرنا داخل ہے لیکن دلیل نہ ہونا یا دلیل کا علم نہ ہونا یہ مفہوم تقلید میں داخل نہیں ہے لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تقلید لوازم جہالت میں ہے صحیح نہیں ہے۔

(۲) کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۱۶ (۳) نامی شرح حسامی ص: ۱۹۰

تقلید شخصی اور غیر شخصی کی تعریف

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں (۱) تقلید شخصی (۲) اور تقلید غیر شخصی۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک معین مذہب کی تقلید کرنا جس کی نسبت کسی ایک امام کی طرف ہو۔

تقلید غیر شخصی یہ ہے کہ ایک متعین مذہب کی تمام مسائل میں پابندی نہ کرنا بلکہ کوئی مسئلہ کسی مجتہد کا لینا اور کوئی مسئلہ کسی اور مجتہد کا لینا۔

تقلید غیر شخصی کا دور

جناب نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں مسائل دینیہ حاصل کرنے کے تین طریقے تھے ایک تو خود جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی دوسرا طریقہ اجتہاد۔ تیسرا تقلید جو لوگ حضور ﷺ کے قریب تھے یا ان کی حضور ﷺ سے ملاقات یا رابطہ آسان تھا تو وہ حضور ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کی حضور ﷺ سے ملاقات یا رابطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تو وہ حضرات اگر اپنے اندر خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے تو اجتہاد کر لیتے تھے اور اگر صلاحیت اجتہاد نہ ہوتی یا اجتہاد نہ کرنا چاہتے تو جو معتبر عالم مل جاتا اس سے تحقیق کر لیتے اور عمل پیرا ہو جاتے تھے..... حضور ﷺ کے وصال کے بعد اب دین حاصل کرنے کے دو ہی طریقے رہ گئے ایک اجتہاد دوسرا تقلید خدائے کریم کے اس امت پر خصوصی فضل و کرم کی وجہ سے امت میں بے شمار مجتہدین پیدا ہوئے۔ مگر ابتداء میں کسی مجتہد کے اصول و قواعد منضبط اور مرتب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے مسائل اجتہادیہ فرعیہ منضبط اور مدون ہوئے تھے اس لئے کسی خاص مجتہد کے تمام مسائل اجتہادیہ کی اطلاع حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا آسان نہ تھا۔ اس وجہ سے جس کو جو مجتہد مل جاتا اس سے اپنی ضرورت کا مسئلہ دریافت کر کے اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کر لیتا۔ کسی خاص مجتہد کی پابندی نہ تھی اور لوگوں کے طبائع میں دین اور تقویٰ

کے غلبہ کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہ تھی اور نہ ہی اس وقت یہ ممکن تھا یہ سلسلہ دوسری صدی کے اخیر تک بلا کسی نکیر کے جاری رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

لان الناس لم یزالو من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان ذالك باطلاً لا نكروه (۱)

ترجمہ:- اس لیے کہ لوگ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مذاہب اربعہ کے ظاہر ہونے تک جو علماء انہیں مل جاتے تھے ان کی تقلید کر لیا کرتے تھے اس پر کسی معتبر آدمی نے انکار بھی نہیں کیا اگر یہ غلط ہوتا تو لوگ ضرور اس پر نکیر کرتے۔

تقلید شخصی کا رواج

دوسری صدی ہجری میں مجتہدین کرام کے اصول و فروع کی تدوین اور ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مجتہدین کرام کے قابل قدر شاگردوں نے اپنے اساتذہ کرام کے مذاہب کی بقا اور ان کی ترویج و اشاعت کی کوشش کرنی شروع کیں تو دوسری صدی کے بعد اکثر لوگوں میں مذہب معین کی تقلید کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر اس وقت چونکہ مجتہدین حضرات کے مذاہب کے مدون اور مرتب مجموعے ہر جگہ موجود نہ تھے اور نہ ہر شخص کو بآسانی فراہم ہو سکتے تھے۔ اس لیے یہ مجموعے جن حضرات کی دسترس سے باہر تھے وہ اب بھی حسب دستور تقلید غیر شخصی پر ہی عامل تھے۔ اور جو حضرات تقلید شخصی پر عمل کرنے لگے تھے وہ بھی ان چار مذاہب تک محدود نہ تھے۔ بلکہ ان چار کے علاوہ بہت سے مجتہدین کے مذاہب اور ان کے ماننے والے پائے جاتے تھے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی کی ملی جلی مگر تقلید شخصی کے غلبہ کی یہ کیفیت چوتھی صدی ہجری تک جاری رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے ہیں۔

(۱) عقد الجید ص ۳۴

وبعد المأتين ظهرفيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه و كان هذا هو الواجب فى ذالك الزمان۔ (الانصاف ص ۵۲)

ترجمہ :- دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہدین کے مذہب پر چلنے کارواج ظاہر ہوا۔ کسی غیر متعین مذہب پر نہ چلنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی اور اس زمانے میں یہی واجب تھا۔

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار

مگر چوتھی صدی ہجری میں جب مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی کتابیں مرتب اور مدون ہوکر اطراف عالم میں پھیل گئیں اور ان مذاہب پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ اوران چاروں حضرات کے علاوہ دیگر مجتہدین کرام کے مذاہب کے آثار جو چوتھی صدی ہجری سے قبل کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے رفتہ رفتہ مفقود ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان چاروں حضرات کے مذاہب کے سوا اہل حق کا کوئی اور مذہب باقی نہ رہ گیا اوراب کسی نئے اجتہاد کی ضرورت بھی نہ تھی تو مشیت الٰہی سے انہیں چاروں مذاہب کے اندر تقلید شخصی کا انحصار ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ "عقد الجید" میں فرماتے ہیں۔

"لما اندرست المذاهب الحقة الا هذه كان اتباعها اتباعاً لسواد الاعظم" (عقدالجید ص ۳۳)

ترجمہ :- جب ان چاروں کے علاوہ دیگر مذاہب حقہ ناپید ہوگئے تو اب ان کی اتباع ہی سواد اعظم کی اتباع ہے۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں فرماتے ہیں۔

وقف التقليد فى الديار والامصار عند هولاء الاربعة ودرس المقلدون لماسواهم وسدالناس باب الخلاف وطرقه ولما كثرت تشعب الاصطلاحات فى العلوم ولماعاق عن الاصول الى رتبة الاجتهاد ولماخشى من اسناد الى غير اهله من لا يوثق بدينه ولا رأيه فصرحوا بالعجز والا عوازورد الناس الى تقليد هؤلاء كل من اختصّ من المقلدين وخطروا ان يتداول تقليد هم لما فيه من

التلاعب ولم يبق الا نقل مذاهبم وعمل كل مقلدٍ بمذهب من قلّده منهم بعد تصيحح الاصول واتصال سندها بالرواية لا محصول اليوم للفقه غير هذا ومدعى الاجتهاد لهذا العهد مردودٌ على عقبه ومهجورٌ تقليده وقد صار اهل الاسلام على تقليد هو ء لاء الاربعة ۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۸)

ترجمہ :- دیاروامصار میں انہیں ائمہ کرام پر تقلید آ کر ٹھہرائی گئی اوران کے علاوہ کے مقلدین حضرات ختم ہوگئے لوگوں نے اختلافات کے راستے اور دروازے بند کردیئے اور چونکہ اصطلاحات علمیہ بدل گئیں اورلوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد کا سلسلہ ایسے آدمی تک نہ پہنچ جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ اوراس کی رائے اور دین داری قابل اعتماد نہ ہو۔ اس بناپر علمائے کرام نے اجتہاد سے اپنا عجز اوراس کے دشوار ہونے کی صراحت کردی اورلوگ جن مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آرہے تھے انہیں کی تقلید کی ہدایت کرنے لگے انہوں نے اس بات کا خطرہ محسوس کیا کہ کبھی کسی اور کبھی کسی کی تقلید دین کو کھیل نہ بنادے۔ لہذا اب صرف مذاہب فقہیہ کی نقل باقی رہ گئی۔ اصول کی تصحیح اور سند کے اتصال کالحاظ کرکے ہر مقلد اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا۔ اوراب فقہ کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں رہ گیا اوراس زمانے میں اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا قابل رد اوراس کی تقلید قابل ترک ہے اب اہل اسلام کاانہیں چاروں مذاہب کی تقلید پر اجماع ہوگیا۔

فضل الٰہی سے صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باقی رہ جانا

حاصل یہ رہا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد سارے مذاہب فقہیہ ناپید ہوگئے اور پورے عالم میں اہل حق کے گروہ میں سے صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی باقی رہ گئے تو اب دو ہی صورت سامنے رہ گئی یا تو لوگ اپنی رایوں اور خیالوں کو کافی سمجھ کر دین کو کھیل وتماشا بنالیں اور خواہشات نفسانی کا اتباع کرنے لگیں یا پھر ائمہ اربعہ کے محفوظ اور برحق مذاہب میں سے کسی کی تقلید کرکے اپنے دین کو بچالیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ

کی امت کو قیامت تک گمراہی سے بچانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیب سے یہ نظم فرمایا کہ خود بخود لوگوں کے قلوب میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا ہوگئی اور ان کا دین وایمان اختلاف وانتشار کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ''الانصاف'' میں فرماتے ہیں۔

فالتمذهب للمجتهدين سر الهمه الله تعالىٰ العلماء و جمعهم عليه من حيث يشعر و ن او لا يشعرون۔

ترجمہ :- ائمہ اربعہ کے مذاہب کو اختیار کر لینا ایک راز ہے جو اللہ نے اس امت کے علماء کے قلوب میں ڈال کر انہیں اس پر جمع کر دیا۔ خواہ وہ اس کے راز کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے بڑے بڑے علماء کرام اور محدثین عظام گذرے ہیں وہ کے سب ان میں سے کس نہ کسی کے مقلد ہوئے ہیں۔

حافظ زیلعیؒ، علامہ طیبیؒ، محقق ابن الہمام، ملا علی قاری وغیرہ جو علم حدیث میں جلیل القدر رتبوں کے حامل ہیں حنفی المذہب تھے۔ ابن عبد البرؒ جیسے عالی مرتبہ محدث مالکی تھے۔

نوویؒ، بغویؒ، خطابیؒ، ذہبیؒ، عسقلانیؒ، قسطلانیؒ، سیوطیؒ، وغیرہ جن کا فن حدیث میں طوطی بولتا ہے شافعی المذہب تھے۔ علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ وغیرہ حنبلی تھے۔

اب تک کے مباحث کا حاصل یہ نکلا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر دوسری صدی تک تو تقلید غیر شخصی ہی رائج رہی۔ پھر دوسری صدی کے بعد تیسری صدی کے اخیر تک تقلید غیر شخصی کم اور تقلید شخصی زیادہ رائج رہی پھر چوتھی صدی ہجری میں تقلید شخصی ہی کے انحصار پر امت کے سواد اعظم کا اجماع ہوگیا۔ جو اللہ کے فضل سے آج تک باقی ہے اور اس امت مرحومہ کے حق میں رحمت الٰہی تائید ربانی اور نصرت غیبی ہے ۔ اور بقول صاحب تفسیر احمدی لا مجال فيه للتوجيهات والادلة۔ (تفسیر احمدی ص ۲۹۷)

یہ فضل الٰہی کسی توجیہ اور دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ادھر کچھ لوگوں کو حفاظت شریعت اور ھدایت امت کا یہ غیبی اور ربانی سلسلہ پسند نہیں آیا، اور اس کے

خلاف ایک ہنگامہ برپا کرکے اسے ناجائز حرام بدعت بلکہ شرک تک کہنے کی جسارت میں مبتلا ہوگئے اور سادہ لوح عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرکے انہیں تقلید ائمہ سے روکنا شروع کردیا......اس لیے اس سلسلہ میں کتاب وسنت سے کچھ دلائل پیش کیے جاتے ہیں تاکہ حق طلب طبیعتیں مطمئن ہوسکیں۔ یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں شخصی اور غیر شخصی اس لیے نفس تقلید کے ثبوت سے ان دونوں کا ثبوت ہوگا۔ کیونکہ مطلقِ تقلید میں دونوں داخل ہیں۔

تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے

پہلی آیت :- فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون (النحل)

ترجمہ :- اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرو۔

صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بها على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا نعلم (روح المعانی ص ۱۴۸/ج ۲)

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس بات کا خود علم نہ ہو اس میں علماء کی جانب رجوع کرنا واجب ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ ہجری فرماتے ہیں۔

ولم يختلف العلماء ان العامة عليها تقليد علماء هم وانهم مرادون بقول الله عز وجل فاسئلو اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ واجمعوا على ان الاعمىٰ لابد له من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقبلة اذا اشكلت عليه كذالك من لاعلم له ولا بصر بمعنى ما يدين به لا بد لهٗ من تقليد عالمه

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۹۸۹، ج ۲)

ترجمہ :- علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام کے لیے اپنے علماء کی تقلید واجب ہے اور اللہ کے قول فاسئلو اهل الذكر الخ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ اندھے پر جب قبلہ مشتبہ ہوجائے تو جس شخص کی تمیز پر اسے بھروسہ ہے قبلہ کے سلسلہ میں اس کی بات ماننی لازم ہے اسی طرح وہ لوگ جو علم اور دینی بصیرت

سے عاری ہیں ان کے لیے اپنے عالم کی تقلید لازم ہے۔

ابوبکر احمد علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۲ھ کے حوالہ سے بھی یہ بات گذر چکی ہے کہ اس آیت میں اہل الذکر سے ''اہل علم'' ہی مراد ہیں.......... حاصل یہ کہ اس آیت سے تقلید کا ثبوت نہایت وضاحت اور صراحت سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت:-واذا جاء ھم امرٌ من الامن اوالخوف اذاعوابه ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم (سورۃ النساء پ۵)

ترجمہ :-جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں۔اگر پیغمبر خدا اور اپنے میں سے اولی الامر کے پاس اسے لے جاتے تو ان میں جو اہل استنباط (یعنی مجتہدین) ہیں اسے اچھی طرح جان لیتے۔

اس آیت میں از خود عمل کرنے اور اہم معاملات کی تشہیر کو منع کر کے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ مسئلہ کی حقیقت کما حقہ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں نیز اس آیت میں معاملہ کو لوٹانے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ علماء مجتہدین کو شریک کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی جانب رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار واعتماد کی بنا پر ہے اسی طرح مجتہدین کی طرف رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار واعتماد کے ساتھ ہونا چاہئے گو اعتماد کی نوعیت میں دونوں جگہ بڑا فرق ہے۔اسی چیز کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تفسیر کبیر میں اس آیت سے چند امور اخذ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فثبت ان الاستنباط حجةٌ والقیاس اما الاستنباط او داخل وفیه فوجب ان یکون حجةً اذ ثبت ھذا فنقول الآیة دالةٌ علی امور احدھا ان فی احکام الحوادث ما لا یعرف بالنص بل بالاستنباط وثانیھا ان الاستنباط حجة وثالثھا ان العامی یجب علیه تقلید العلماء فی احکام الحوادث (۱)

(۱) تفسیر کبیر ص ۲۷۳، ج ۳

ترجمہ:-تو ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل تو وہ بھی حجت ہوا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ آیت چند امور پر دلالت کرتی ہے (۱) پیش آمدہ مسائل میں بعض ایسے امور ہیں، جو نص سے نہیں بلکہ استنباط سے جانے جاسکتے ہیں (۲) استنباط حجت ہے۔(۳) عام آدمی کے لیے ان پیش آمدہ مسائل میں علماء کی تقلید واجب ہے۔

تیسری آیت:-یا ایھا الذین آمنو اطیعو االلہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ النساء پ۵)

ترجمہ:-اے ایمان والو اللہ اور رسول اور اپنے میں سے اولو الامر کی اطاعت کرو۔

لفظ" اولی الامر'' کی تفسیر، مفسرین کرام نے حکام وسلاطین اور علمائے مجتہدین دونوں سے کی ہے۔مگر یہاں علمائے مجتہدین مراد لینا زیادہ بہتر اور راجح ہے کیونکہ حکام دینوی احکام دینیہ میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ وہ علمائے شریعت کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔لہذا علمائے کرام حکام دنیاوی کے حاکم اور امیر ہوئے۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں۔

ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفة علی فتاوی العلماء والعلماء فی الحقیقة امراء الامراء فکان حمل لفظ اولی الامر علیھم اولی۔

تفسیر کبیر ص ۳۴۴، ج ۳

ترجمہ:-بے شک امراء وسلاطین کے اعمال علمائے کے فتاوی پر موقوف ہیں اور علماء درحقیقت سلاطین کے بھی امیر ہیں تو لفظ" اولی الامر کا ان پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے

اسلاف میں حضرت ابن عباسؓ حضرت جابرؓ بن عبداللہ حضرت عطاءؒ حضرت مجاہدؒ حضرت حسن بصریؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت امام مالکؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے کہ" اولی الامر" سے علماء فقہاء اور مجتہدین مراد ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر خازن۔مدارک وغیرہ)

یہ بات ذہن میں رہے کہ" اولی الامر " کی تفسیر میں علماء اور فقہاء کا جو لفظ آیا ہے اس سے مجتہدین ہی مراد ہیں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

فان العلماء هم المستنبطون المستخرجو ن الاحکام (۱)

ترجمہ :- بے شک علماء سے مراد وہ حضرات ہیں جو احکام کا استنباط اور انہیں اخذ کرتے ہیں۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ شریعت میں اولی الامر سے مجتہدین مراد ہیں تو ان کی بھی اتباع واجب ہوئی اور اتباع وہی کرتا ہے جو متبوع کے درجے کو نہ پہونچے تو اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں ہے اس کے لئے کسی مجتہد کی اطاعت اور اس کی تقلید واجب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ مجتہد کا اجتہاد محض حسن ظن کی بنیاد پر مان لیا جائے یا اس سے دلیل طلب کی جائے۔ تو اس کا جواب خود آیت سے طلب کیا جائے چنانچہ" اولی الامر " کو فعل اطاعت کے اعادہ کے بغیر" الرسول "پر عطف کیا گیا ہے۔ جو اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ جس طرح رسول ﷺ کی اطاعت بغیر دلیل طلب کیے ہوئے محض حسن ظن کی بنیاد پر واجب ہے اسی طرح مجتہد کی اطاعت بھی مسائل اجتہادیہ میں حسن ظن کی بنیاد پر دلیل طلب کیے بغیر ہونی چاہئے۔ اگر چہ حسنِ ظن کا منشاء دونوں جگہ الگ ہے۔ پہلی جگہ حسنِ ظن کا منشا ذات رسالت ہے جس کی اطاعت واجب قطعی ہے۔ دوسری جگہ حسنِ ظن کا منشاء مجتہد کا تقویٰ اور اس کا علم صحیح ہے جس کی اطاعت واجب ظنی ہے۔ اور کسی مجتہد کی ایسی اطاعت جس کی بیناد حسن ظن ہو اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے ثبوت تقلید اظہر من الشمس ہوگیا۔

احادیث مرفوعہ سے تقلید کا وجوب

۱- عن ابی حذیفة قا ل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ (ترمذی ص۲۰۷، ج۲)

ترجمہ:- ان دنوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہو یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی

(۱) روح المعانی ص ۶۵، ج ۵

اس حدیث میں شیخین کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ان سے دلیل طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

۲-عن العرباض ابن ساریةؓ یقول قام فینا رسول الله ﷺ قال سترون من بعدی اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ (ابن ماجہ ص۵)

ترجمہ :- عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم میں خطبہ دیا (اور اس کے درمیان فرمایا) میرے بعد تم لوگ بہت سے اختلافات دیکھوگے تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پابندی کرو۔

اس حدیث سے علمائے کرام نے خلفائے راشدین کے عموم میں ائمہ مجتہدین کو بھی داخل کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ حاشیہ ابن ماجہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومن العلماء من کان علی سیرته علیه السلام من العلماء والخلفاء کاالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین والائمة العادلین کعمر بن عبد العزیزؒ کلهم موارد لهذ االحدیث ۔ (انجاح الحاجۃ علی ابن ماجہ ص۵)

ترجمہ:- جو جناب رسول ﷺ کے طریقے پر ہوں، جیسے چاروں ائمہ اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز سب اس حدیث کے مصداق ہیں۔

علمائے کرام کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے مستند اور معتبر علمائے کرام گذرے ہیں سب نے تقلید کی ہے اور تقلید کے وجوب کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بہت سارے اہم ترین علمائے کرام کے اقوال گذشتہ مباحث میں بیان کیے جاچکے ہیں اگر ان تمام علمائے کرام کے اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر بے پایاں ہوجائے۔ یہاں بطور اختصار۔ مزید چند علماء کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے۔

یجب علی العامی وغیره ممن لم یبلغ مرتبة الاجتهاد التزام مذهب

معین من مذاهب المجتهدین (شرح جمع الجوامع بحوالہ خیر التقلید ص ۱۷۵)

عام لوگ اور وہ حضرات جو اجتہاد کے درجے کو نہ پہنچیں ان پر مذاہب مجتہدین میں سے کسی ایک معین کی تقلید واجب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

إن هذه المذاهب الاربعة المدوّنة المحرّرة قد اجتمعت الامة او من يعتمد به منها علىٰ جواز تقليدها الىٰ يومنا هذا وفى ذلك من المصالح ما لا يخفىٰ لا سيّما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدّاً واشربت النفوس الهوىٰ واعجب كل ذى رأى برأيه۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۵۴، ج ۱، طبع مصر)

اس میں شک نہیں کہ ان چاروں مذاہب کی اب تک تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت کا یا جنکی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے اجماع ہے اس لیے کہ یہ مدّون ہو کر تحریری صورت میں موجود ہیں اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ بھی مخفی نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں بہت ہی زیادہ پست ہو چکی ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلیؒ شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔

وعليه بنا ابن الصلاح منع التقليد غير الائمة الاربعة۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۲۶۹)

اسی بناء پر ابن صلاحؒ نے ائمہ اربعہؒ کے سوا دوسروں کی تقلید سے ممانعت فرمائی ہے۔

علامہ شیخ احمد المعروف بہ ملاّ جیون صاحب تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

قد وقع الاجماع علىٰ ان الاتباع إنّما يجو ز للاربع و كذا لا يجوز الا تباع لمن حَدث مجتهداً مخالفاً لهم۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

اس پر اجماع ہو گیا کہ اتباع صرف ائمہ اربعہ ہی کی جائز ہے.........ان حضرات کے بعد میں پیدا ہونے والے ان کے مسلک کے مخالف مجتہد کی تقلید درست نہیں۔

انشاء اللہ یہ مختصر مباحث مسئلہ تقلید کی حقیقت سمجھنے میں ممدّ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو حق سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔